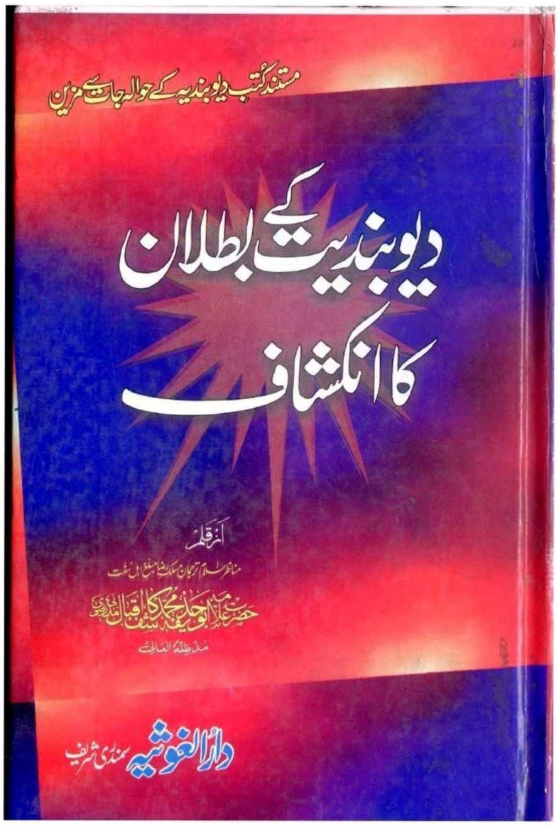


الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ

مولوی اسماعیل۔۔۔۔۔ چونکہ محقق تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا۔

(شمائم امدادیہ ص ٦٢ طبع ملتان، امداد المشتاق ص ٩٧ طبع لاہور)

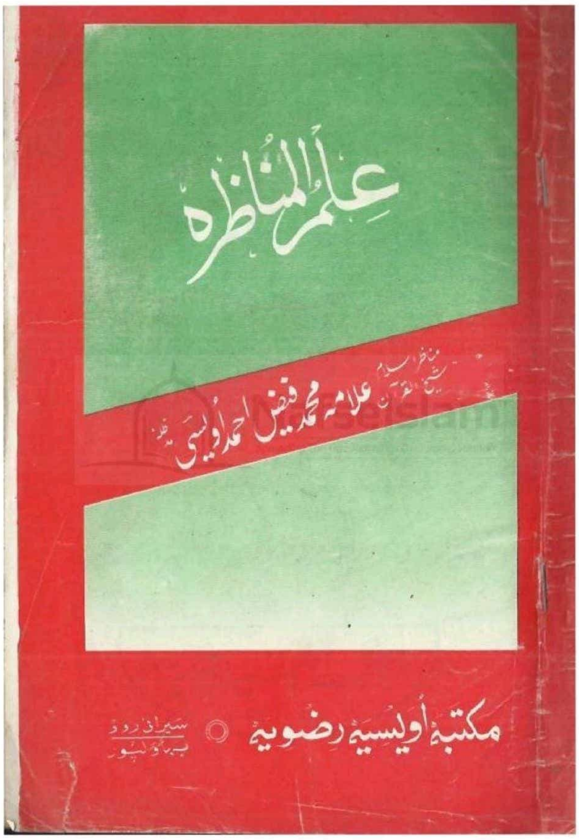
تھانوی صاحب کی اس عبارت نے واضح کر دیا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے نظریات ان کے آباؤ واجداد کے عقائد ونظریات سے مختلف تھے۔ تو گویا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمتہ وغیرہم کے نظریات وہی تھے۔ جو کہ آج اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام اہل سنت مجدد دین وملت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔

اور مولوی اسماعیل دہلوی نے کتاب تقویۃ الایمان وغیرہ میں انبیاء واولیاء کی توہین وتنقیص کے ساتھ ساتھ پوری اُمت مسلمہ پر کفر وشرک کے فتوؤں کی بارش کی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس نے انگریز منحوس کے پٹھو ہونے کی وجہ سے کیا اس کی انگریز نوازی کے ٹھوس حوالہ جات اس کتاب کے باب انگریز نوازی میں درج کروں گا۔ یہ دیوبندیت وہابیت کی بنیاد تھی۔ اس کے بعد دیگر دیوبندی علی، رشید گنگوہی قاسم نانوتوی خلیل سہارنپوری اشرف علی تھانوی وغیرہ اور مدرسہ دیوبند کے متعلقین کو انگریز منحوس نے دولت کے ایماء پر خریدا اس طرح الگ دین اسلام سے دیوبندی وہابی مذہب قائم ہوگیا۔

دیوبندی مذہب دین اسلام سے جُدا ہے۔

دیوبندی دھرم کے محدث تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ «

ہمارے اکابر حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا۔ اس کو مضبوطی سے تھام لو، اب قاسم و رشید پیدا ہونے سے رہے۔ بس ان ہی اتباع



دوسرے سے طے کرلیں کہ کون کون سی کتب اور کن بزرگوں کے اقوال قابل قبول ہوں گے اور وہ کتب اور معتمد علیہ بزرگ کے حوالے فریقین کو مسلم ہوں گے۔ الحمد للہ ہم اہلسنت کو اسلاف صالحین کے حوالہ جات قابل قبول ہوتے ہیں لیکن مخالفین پر افسوس ہے کہ وہ اسلاف صالحین کے بہت سے بزرگوں کو مجدد اور استاد و مرشد[1] ماننے کے باوجود جب حوالے دکھائے جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہمیں صرف قرآن و حدیث چاہیئے۔ اجب قرآن و حدیث پیش کی تصریحات دکھائی جائے تو پھر وہی عادت بے ڈھنگی ....

آخری فیصلہ | اس قاعدہ کی توضیح میں حاشیہ رشیدیہ میں لکھا کہ

اذ المناظر انما یکون مناظرا اذا کان غرضہ اظہار الصواب واحقاق الحق لان المناظرۃ توجہ المتخاصمین فی النسبۃ بین الشیئین اظہار الصواب ومن المعلوم ان طلب صحۃ النقل اذا کانت معلومۃ الی ان قال اذا کانت صحۃ معلوما ینفی ذالک الغرض اصلا فلا یعد مناظرا فی الاصطلاح

(فافہم)

---

[1] دیوبندی بریلوی نزاع کا حل آسان ہے اس لیے کہ جانبین امام ربانی سیدنا احمد سرہندی قدس سرہ کو مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو امام اور شاہ عبدالعزیز و شاہ عبدالحق محدث دہلوی کو مسلم امام و استاذ اور حاجی امداد اللہ فضلائے دیوبند کے مرشد اور علمائے بریلوی کے مسلم بزرگ ہیں انکی تصانیف صحیحہ کو حکم بنایا جائے حضرت مولانا عبدالستار نیازی مدظلہ نے یہی فارمولا پیش کرکے دیوبندیوں اور بریلویوں کو عام دعوت پیش کی اور اخبارات میں بار بار اعلان شائع کیا بریلوی علمائے نے فوراً لبیک پکار دی اور فضلائے دیوبند تاحال نہ صرف خاموش بلکہ منکر ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفۂ اثنا عشریہ اُردو

وہ عظیم الشان کتاب جس میں شیعہ مذہب کی ابتداء، ان کے بے شمار فرقے شیعوں کے اسلاف و علماء اور ان کی کتابیں و احادیث اور ان کے راویوں کے حالات۔ ان کے مکر و فریب کے طریقے جن سے وہ سادہ لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف لاتے ہیں۔ الوہیت، نبوت، معاد اور امامت کے بارے میں اُن کے عقائد اُن کے پوشیدہ فقہی مسائل، صحابۂ کرام ؓ، ازواج مطہرات اور اہل بیت کے متعلق ان کے عقائد و اقوال۔ اُن کے جھوٹ، مکائد و مطاعن، ان کے اوہام و تعصبات اور ہفوات کی تفصیل۔ غرض اس کتاب میں اس موضوع کے تمام مباحث جمع کر دیے گئے ہیں۔

تصنیف: حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ؒ

ترجمہ اُردو: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی (مظاہری)

ناشر

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ۔ کراچی ۱

سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہلوایا انا الدابۃ الارض التی تکلم الناس (میں ہی وہ زمینی چوپایہ ہوں جو لوگوں سے بات کرتا ہے) حالانکہ قرآن مجید میں صاف طور پر مذکور ہے۔ کہ دابۃ الارض کے خروج کا وقت قرب قیامت کا زمانہ ہے اور لوگوں پر ہلاکت و مصائب ٹوٹ پڑنے کا وقت ہے۔ اور جناب امیر رضی اللہ عنہ کا زمانہ اس سے سینکڑوں سال مقدم ہے اور آپ کی واپسی کا زمانہ بمطابق عقیدہ امامیہ امام مہدی کا وقت ہے۔ اور ابھی تو قیامت میں عرصہ دراز کا بعد ہے۔

ھفوہ (۲۲) :۔ اپنی لونڈیوں، کنیزوں اور بیویوں کی شرمگاہوں کو مہمانوں، دوستوں کو بحق دوستی و میزبانی بطور عاریت سپرد کرنا بہترین عبادت خیال کرتے اور اونچے درجہ کی طاعت جانتے ہیں۔ اور اس پر اجر جزیل کی روایت بھی بیان کرتے ہیں۔ رقعہ مزورہ کے راقم ابن بالویہ نے حضرت صاحب الزمان سے رقعہ نقل کیا ہے۔ جس کے پڑھنے سے ہر شریف مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے اور سر ندامت سے جھک جاتے ہیں۔ مگر اس طائفہ ملعونہ کی بے حیائی اور ڈھٹائی ملاحظہ ہو، کہ اس قدر گندے اور شرافت و پاکبازی سے عاری خیالات ایسے نفوس قدسیہ عالی مرتبت حضرات کی طرف منسوب کرتے اور ذرا نہیں شرماتے۔

ھفوہ (۲۳) :۔ یہ عورتوں کے متعہ کو بہترین عبادت اور افضل طاعت خیال کرتے ہیں۔ تفسیر فتح اللہ میں آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۔ کے ذیل میں بحوالہ ابن بالویہ جناب جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت مذکور ہے۔ کہ کوئی خالصتاً لوجہ اللہ کسی عورت سے متعہ کرے تو اس سے جو بات یا اس کے ساتھ جو حرکت بھی کرے اسپر اللہ تعالیٰ اسے ایک نیکی عطا فرمائیں گے اور اگر اس سے ہمبستری کرے تو حق عز اسمہٗ اسکے تمام گناہ معاف فرما دے گا اور جب غسل کرے گا تو ہر بال کے عوض جسپر پانی بہے اسکی مغفرت کرے اور رحمت برسائے گا۔ لہٰذا اس روایت کے بموجب انسان کے لیے عمر بھر میں ایک مرتبہ متعہ کرنا گناہوں کی معافی کیلئے کافی ہے۔ تفسیر مذکور میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت بھی بیان کی گئی ہے۔ کہ جو دنیا سے بغیر متعہ کئے چلا گیا ہو تو قیامت میں بگڑی صورت اور کریہہ المنظر بنا ہوا اٹھے گا۔ اس شخص کی طرح جس کی ناک کاٹ دی گئی ہو۔

معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! کیا اس روایت کی رو سے انبیاء کرام علیہم السلام اور ائمہ رحمہم اللہ جنہوں نے بالاجماع متعہ نہیں کیا۔ زد نہیں پڑتی اور کیا وہ اس ذلت میں گرفتار قرار نہیں پاتے۔

اسی تفسیر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے منسوب یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے فرمایا جو ایک بار متعہ کرے اسکا درجہ حسین رضؓ کے برابر ہوگا۔ جو دو مرتبہ متعہ کرے اسکا درجہ حسن رضؓ کے درجہ کے برابر ہوگا اور جو تین مرتبہ متعہ کرے اسکا درجہ علی رضؓ جیسا ہو اور جو چار مرتبہ متعہ کرے اسکا درجہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جیسا ہو۔ یہ روایت سنکر ایک لطیفہ گو کہنے لگے کہ اس روایت میں ایک کمی رہ گئی۔ آخر میں یہ اضافہ ہونا چاہیئے تھا کہ جو پانچ مرتبہ متعہ کرے اسکا درجہ اللہ تعالےٰ جیسا ہو گا تاکہ متعہ کی عظمت و شان پورے طریق پر ثابت ہو جاتی۔

اسی تفسیر میں جناب سلمان فارسی جناب مقداد جناب اسود کندی اور جناب عمار یاسر رضی اللہ عنہم سے روایت مذکور ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ اٹھے اور ایک پراثر تقریر فرمائی۔ اسکے بعد فرمایا لوگو میرے بھائی جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس ایک تحفہ

ماہنامہ

المیزان

بمبئی

کا

امام احمد رضا نمبر

زرِ سالانہ ◀ ہندوستان سے بیس روپے
غیر ممالک سے چار پاؤنڈ

قیمت ◀ عام شمارہ : ــــــ دو روپے
امام احمد رضا نمبر : ــــ پچیس روپے

مطبع :- اردو پریس زیر نگرانی اردو ٹائمز بمبئی

خط و کتابت

ایڈیٹر سے
دارالعلوم دیوان شاہ ، اشرف نگر
درگاہ روڈ ۔ بھیونڈی ۔ تھانہ ۔

منیجر سے
ماہنامہ "المیزان"
57/E سانکلی اسٹریٹ ۔ جونی مسجد کمپاؤنڈ بمبئی ۸ ۴۰۰۰۰

ضروری نوٹ :- امام احمد رضا نمبر کے مضامین شائع کئے جا سکتے ہیں ۔ لیکن تحریری اجازت لینا لازمی ہے ــــ (منیجر)

امام احمد رضا کا جذبۂ عشق رسول سادات کرام کی ادنیٰ سی پشیمانی پر بے پناہ مجروح ہو جاتا اور امام موصوف ایسے کسی حادثہ پر بے چین ہو کر سید زادے کی جبین سعادت کے عرق ندامت کو خلوص و وفا کی نسیم خوشگوار کے جھونکے سے سکھا نہ دیتے مطمئن نہ ہوتے اسی قسم کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

جس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدے کے مغربی سمت جسمیں کتب خانہ نیا تعمیر ہو رہا تھا عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں جسمیں مولانا حسن رضا خاں صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے قیام فرما تھیں اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا اسی طرح کئی مہینے تک وہ مکان مردانہ رہا۔ جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی بے کھٹکے پہونچ جایا کرتے۔ جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا۔ مستورات حسب دستور سابق اس مکان میں چلی آئیں۔ اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے بے تکلف اندر چلے گئے جب نصف آنگن کے اندر چلے گئے تو مستورات کی نظر پڑی جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں۔ انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہو گئیں۔ ان کے جانے کی آہٹ سے جناب سید صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہو گیا ہے مجھ سے سخت غلطی ہو گئی جو میں چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے کہ اعلیٰ حضرت دکھن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے اور سید صاحب کو لیکر اس جگہ پہونچے جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے تھے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے جسمیں سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہو۔ پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں۔ آپ آقا اور آقازادے ہیں معذرت کی کیا حاجت ہے میں خوب سمجھتا ہوں حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔ غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی، پان منگوایا ان کو کھلایا جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرہ پر آثار ندامت نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی تو ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہونچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ (حیات اعلیٰحضرت ص ۲۰۷)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و تسلیم سے عشق و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک سید زادے کی گذارش پر لاکھوں کے مجمع میں شکست و ذلت کو زیب گلو کرنے کا واقعہ سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید رضی اللہ عنہ کا تو تاریخ کے صفحات میں ملتا ہے۔ لیکن نادانستگی اور غیر شعوری طور پر ایک مزدور سیدزادے کے کاندھے پر سواری کر لینے کے بعد ندامت و شرمساری کا انداز اور اس نادانستہ جرم اہل نظر عشق کے ازالہ کا منظر امام احمد رضا کے علاوہ سے چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

علامہ ارشد القادری صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو۔

کہاروں نے پالکی اٹھائی۔ پالکی لیکر تھوڑی ہی دور چلے ہیں کہ یکایک امام اہلسنت کی آواز سنائی دیتی ہے پالکی روک دو حکم کے مطابق پالکی رکھ دی گئی حضرت اضطراب کی حالت میں پالکی سے برآمد ہوئے کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا آپ لوگوں میں کوئی آل رسول تو نہیں؟ اپنے جد اعلیٰ کا واسطہ سچ بتائے میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔

اس سوال پر اچانک کہاروں میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا پیشانی پر غیرو پشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے دبی زبان سے کہا۔ مزدور سے کام لیا جاتا ہے ذات پات نہیں پوچھی جاتی۔ آپ نے میرے جد اعلیٰ کا واسطہ دیکر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کر دیا۔

ابھی اس مزدور کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھی ہوئی ہے اور وہ آنسوؤں کی بارش میں مزدور سے التجا کر رہا ہے۔

معزز شہزادے۔ میری گستاخی معاف کر دو لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہو گئی ہے۔ ہائے غضب ہو گیا۔ قیامت کے دن اگر سرکار نے کہیں پوچھ لیا کہ احمد رضا کیا فرزند کا دوش نازنیں اسی لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے تو میں کیا جواب دوں گا اس وقت بھرے میدان حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جسطرح ایک عاشق دلگیر روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے۔ اسی انداز میں وقت کا عظیم المرتبت امام اس سیدزادے مزدور کی منت و سماجت کر رہا ہے اور لوگ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت انگیز تماشہ دیکھ رہے ہیں کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کرا لینے کے بعد امام اہل سنت نے ایک آخری التجائے شوق پیش کی۔

چونکہ راہ عشق میں خون جگر سے زیادہ وجاہت و ناموس کی قربانی عزیز ہے اسلئے لاشعور کی ایک تقصیر کا کفارہ بھی ہوگا کہ اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاندھے پر اٹھاؤں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سید زادے کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی ہی پڑی۔

یہ منظر کس قدر دلگداز ہے۔ اہل سنت کا جلیل القدر امام کہاروں میں شامل ہو کر اپنے علم و فضل جبہ و دستار اور عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی حبیب کے لئے ایک گمنام مزدور کے قدموں پہ نثار کر رہا ہے۔ (اعلیٰ حضرت ص ۳۶۲)

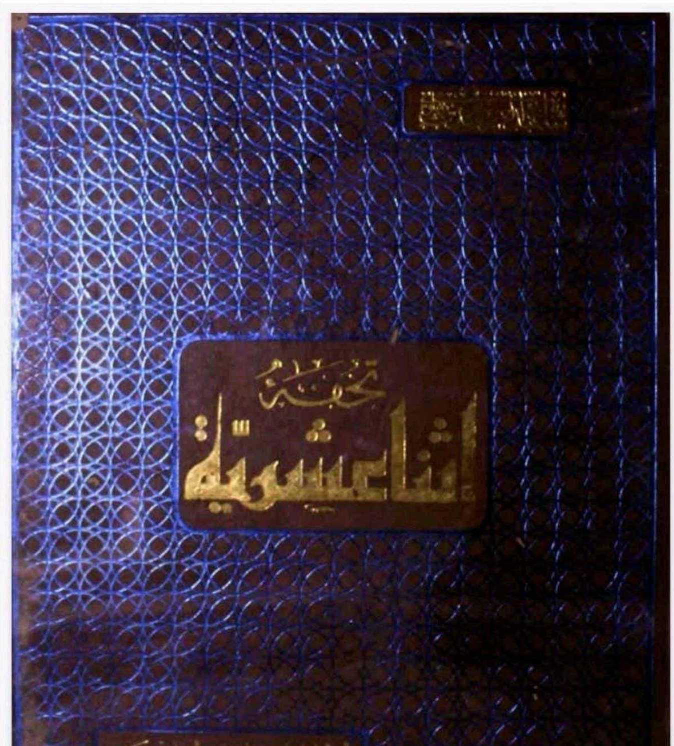
عشق رسول کی بنیاد پر سادات نوازی اور دیوانگی کی حد تک ان کا احترام اور عزت و توقیر کا مظاہرہ جو امام احمد رضا بریلوی کے یہاں ملتا ہے صدیوں تک نظر ڈال جاتے ہیں

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
رحمتہ اللہ علیہ

ترجمہ :

شیعہ مذہب کا ایک مکر یہ ہے کہ اُنکے علماء اپنے آپ کو تقیہ کی آڑ میں بظاھر مسلک اربعہ (حنفی،مالکی،شافعی،حنبلی) میں سے کسی ایک کا پیروکار بتاتے ہیں اور سختی سے اِس پر کاربند رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ سنّیوں کے مدارس میں استاذ لگ جاتے ہیں اور ترقی کرتے

صدر مدرس کے عہدہ تک پہنچ جاتے ہیں، اسی مسلک کو پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں یہاں تک کہ لوگ اُن کو اپنا مقتدا و پیشوا ماننے لگ جاتے ہیں پھر اسکے بعد وہ رفتہ رفتہ سنّی عوّام میں رفض (شیعیت) کے جراثیم پھیلانے شروع کردیتے ہیں۔



وافہام سلیمہ ایشان ضرب المثل ست چنانچہ شاہد آن خوض ایشان ست در فلسفیات و مسائل ریاضیات و طبعیات و آلہیات بوجہے کہ اگر واضعین این علوم موشگافیہای ایشان را میدیدند فنہا برخود میکشیدند و علوم بسیارے مثل علم اصول و فنون ادبیہ ہمہ مخترع و مستخرج ایشان ہست این قسم جماعہ کہ در مدح اشخاص چند و تعظیم و توقیر آنہا اجماع نمایند لا اقل شبہہ در طعن و قدح ایشان پیدا میشود جرات بر امر چنین کار عاقل نیست و بر درایات پیشوایان خود کہ حال ایشان عنقریب معلوم خواہد شد این قدر فریب خوردن و مغرور بودن دور از حزم و احتیاط در فکر آخرت ہست

کید چہل و ششم

آنکہ در کتب احادیث خود موضوعات چند روایت کنند باین مضمون کہ باریتعالے ہمیشہ وحی مے فرستاد بسوی پیغمبر علیہ السلام کہ سوال کن از من تا ترا ہدایت کنم بحب علی بن ابی طالب و متاخرین ایشان این اخبار را ترویج و تشہیر کنند نمی فہمند کہ درین وضع و افترا قصورے عظیم بجناب پیغمبر لاحق مے شود بچند وجہ اول آنکہ محبت علی کہ فرض ایمان و رکن دین ست او را حاصل نبود دوم آنکہ در تحصیل این امر ضروری قصور و تغافل و اہمال داشت کہ بار بار تاکید این معنی از حضور اقدس میرسید سوم آنکہ باریتعالے او را درین امر ضروری محتاج بسوال داشت و خود بخود بی طلب او نداد حالانکہ جمیع انبیا را ضروریات ایمانی از ابتدای خلقت حاصل میباشد غرض این گروہ در وضع روایات ہمان مثل میکنند کہ عاقلے در حق غافلے گفتہ ہست بنی قصرا وہم حطر

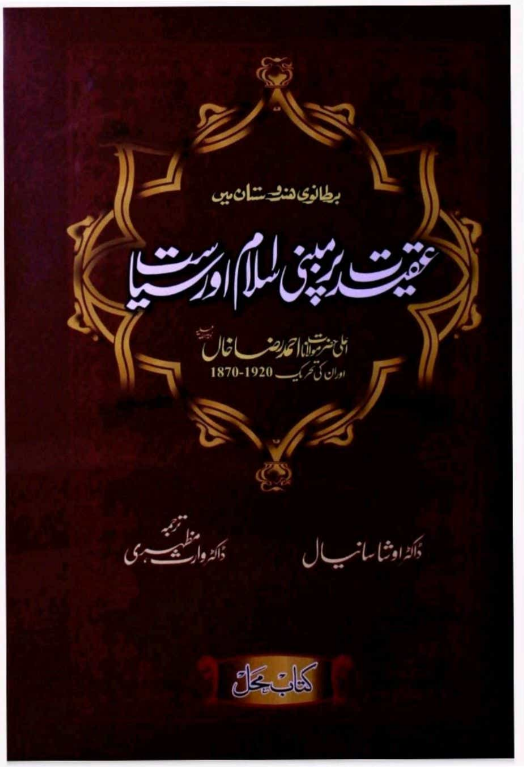
کید چہل و ہفتم

آنکہ طائفہ از علمای ایشان بظاہر در مذہبی از مذاہب اربعہ اہل سنت داخل شدند و خود را در ان مذہب آنقدر راسخ و استوار ساختند کہ مردم آن مذہب ظاہرا و باطنا با متحانات و تجارب ایشان را مقتدای مذہب خود گمان بردند و متولی تدریس مدارس آن مذہب شدند و افتای آن مذہب بدیشان مفوض گشت چون نزدیک بمرگ رسیدند و آمد آمد ملک الموت شنیدند اظہار کردند کہ ما را مذہب شیعہ حق نمود ار شدہ و صیت کردند کہ متولی غسل و تجہیز و تکفین ما این فرقہ باشند و ما را در مدافن و مقابر ایشان دفن نمایند و مقصود کنند تا تلامذہ و معتقدین و احبا و اصدقا ایشان را شک و شبہہ عارض شود و بدانند کہ این قسم مرد ثقہ در دم آخرین و نفس بازپسین اگر این مذہب را راست و درست نمی دید چرا راغب شد و مذہب اہل سنت را اگر باطل نمی فہمید چرا عدول مے کرد قال ابن المطہر الحلی فی کتاب منہج الکرامۃ کان اکثر مدرسی الشافعیۃ فی زماننا حیث توفی اوصی بان یتولی امرہ فی غسلہ و تجہیزہ بعض المومنین و ان یدفن فی مشہد الکاظم علیہ السلام ترجمہ و گفت ابن مطہر حلی در کتاب منہج الکرامۃ بودند اکثر مدرسان شافعی در زمان ما وقتیکہ وفات یافتند وصیت میکردند بانکہ متولی کار او در غسل و تجہیز او بعضی مومنان باشند و آنکہ دفن کردہ شود در مشہد کاظم علیہ السلام

کید چہل و ہشتم

آنکہ بعضے از مشاہیر علمای ایشان کتابے تصنیف کردہ اند و در روے نوشتہ اند کہ اکثر مشایخ اہل سنت و علمای ایشان بر مذہب امامیہ بودند و بظاہر پردہ داری میکردند از ین قبیل ہست کتاب وفیات الاعیان شیعہ کہ تالیف یکے از علمای عراق ہست و در روے بایزید بسطامی و معروف کرخی و شقیق بلخی و سہل بن عبد اللہ تستری و غیر ایشان را از مشائخ مشہورین اہل سنت در امامیہ شمردہ و از اقوال و کلمات ہریک با فترا و بہتان چیزے نقل کردہ کہ دلالت صریح میکند بر بودن ایشان از ین فرقہ و مناقب و محاسن و خوارق ایشان را باستیعاب نوشتہ و از ین جنس در کتاب مجالس المومنین تالیف قاضے نور اللہ شوشتری خروار ہا و انبار ہا موجود ہست شخصی از علمای ہرات کہ ہم مذہب او بود باوی بطریق نصیحت گفت کہ آنچہ درین کتاب از روایات و حکایات و نقول و اخبار مندرج شدہ است مخالف واقع و نزد ثقات شیعہ و اہل سنت ہر دو باطل و بے اصل ہست و در کتب تواریخ و اخبار اصلا اثرے از ان موجود نیست قاضے در جواب فرمود کہ من ہم این را میدانم لکن غرض من آنست کہ ہر کہ درین کتاب این روایات و حکایات را

احمد رضا خان بریلوی کے عقائد و نظریات
شیعیت سے ماخوذ تھے اور شیعہ کے اُصولوں
سے کافی قریب ہیں



جاسکتا ہے۔(38)

ان کے سنی پٹھان ہونے کے خاندانی پس منظر کا دستاویزی ثبوت موجود ہے اور اس کتاب کے دوسرے باب میں اس کا تذکرہ آچکا ہے۔ تاہم اس کتاب کے چوتھے باب میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ مولانا بریلوی کے پیرو مرشد شاہ آل رسول ایک مشہور سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو سترہویں صدی میں بلگرام سے ہجرت کر کے مارہرہ آگیا تھا۔ یہ خاندان بیسویں صدی کے اوائل تک بلگرام میں رہ جانے والے خاندان کے دوسرے حصے سے جس کا مذہب شیعہ تھا، شادی بیاہ کرتا آیا تھا۔ 18 ویں صدی میں ایک ہی خاندان کی بعض شاخوں کا شیعہ اور بعض کا سنی ہونا انہونی بات نہیں تھی۔ خود شاہ ولی اللہ کے صاحب زادے شاہ عبدالعزیز کے سسرالی خاندان کے بعض افراد شیعہ تھے۔ ان کے قول کے مطابق اکثر سنی گھرانوں میں سے ایک یا دو اشخاص نے مذہب امامیہ کو اختیار کر لیا تھا۔(39)

19 ویں صدی میں مارہرہ کے برکاتیہ سادات نے جس سے شاہ آل رسول کا تعلق تھا، اپنے اردگرد میں شیعی اثرات کے مقابلے کے لیے زبردست کوششیں کیں۔ مولانا احمد رضا خاں بھی اپنے پیر کی ان کوششوں سے متاثر تھے اور غالباً ان کے شیعہ مخالف نظریے کو مستحکم کرنے میں اس نے بھی اپنا رول ادا کیا۔

لیکن اسی کے ساتھ اس الزام پر کہ مولانا احمد رضا خاں کے بعض عقائد ونظریات شیعیت سے ماخوذ تھے، سنجیدگی سے غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے۔(40) اگرچہ 'ماخوذ' کے لفظ کا استعمال یہاں بہت مناسب معلوم نہیں ہوتا تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ رسالت کے تعلق سے مولانا احمد رضا خاں اور اہل سنت کا تصور شیعی اصولوں سے کافی قریب ہے۔(41) اہل تشیع کی طرح سے مولانا بریلوی بشمول (حضرت) محمدؐ تمام انبیا کو معصوم تصور کرتے ہیں۔(42) اہل تشیع کی طرح مولانا بریلوی بھی اہل بیت سے انتہائی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ گزشتہ کسی باب میں میں لکھ چکی ہوں کہ مولانا بریلوی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ پیغمبر محمدؐ کا خاندان جس کے متبعین سید کہلاتے ہیں، فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

مزید برآں 'نور محمدی' سے متعلق شیعوں کے نظریے اور مولانا احمد رضا خاں کے نظریے میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ''نور محمدی'' کے تصور کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں جو ان کے مطابق، کائنات کی تخلیق اور پیغمبر اول (حضرت) آدم کی پیدائش سے قبل وجود میں آچکی تھی۔(43) بعض شیعی ماخذ میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ پیغمبر محمدؐ اور (حضرت) علیؑ کی تخلیق خدا کے ہاتھوں

احمد رضا خان بریلوی کا شجرہ نسب
شیعہ مذہب کے " زیدی فرقے " سے ملتا ہیں

باب چہارم

مارہرہ کے سادات برکاتیہ

اواخر 19ویں صدی

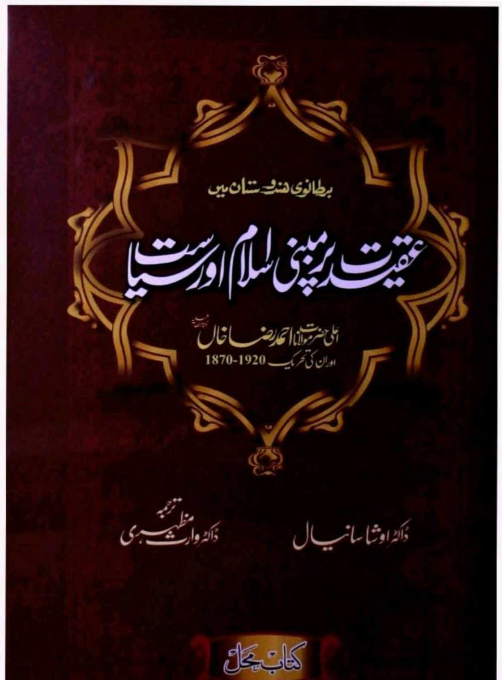
مولانا احمد رضا خاں کا شاہ آل رسول بدایونی (م:1878) کا شاگرد و مرید ہونا ان کے لیے نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ شاہ آل رسول مارہرہ کے برکاتیہ خاندان کے صوفیہ اور پیروں میں سے تھے۔

مارہرہ ایک چھوٹا شہر ہے، جو علی گڑھ سے قریب واقع ہے۔ اہل سنت کے وسیع معنی میں 'مسلمان ہونے' کے تناظر میں تصوف کی ان کے لیے کیا اہمیت ہے اور ان کے اہل سنت ہونے اور تصوف کے نظریات کے درمیان کیا رشتہ ہے؟ یہ بعض سوالات ہیں جن پر میں اس باب میں اور اگلے باب میں بحث کرنے کی کوشش کروں گی۔ مزید براں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ اہل سنت کی نظر میں صوفیانہ اتھارٹی کا ماخذ کیا ہے، میں عمومی سطح پر مذہبی اتھارٹی سے متعلق بھی گفتگو کرنا چاہوں گی کہ وہ کس شکل میں سامنے آتی ہے، کس طرح کسی کو عطا ہوتی ہے اور اس کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔

پہلے میں برکاتیہ خاندان پر نظر ڈالنا چاہوں گی۔ میرا مطالعہ جو اس خاندان کی تاریخ پر مبنی ہے، بتاتا ہے کہ کس طرح برکاتیہ سلسلے کے صوفیہ و مشائخ خود کو 19ویں صدی کے اواخر کے دوسرے صوفیہ و مشائخ کے مقابلے میں الگ طرح کا مصلح سمجھتے یا ایسا یقین رکھتے تھے۔ برکاتیہ سلسلے کے پیر و مشائخ پر اپنی بحث کو مرکوز رکھتے ہوئے، 19ویں صدی کے برطانوی ہندوستان میں سادات برکاتیہ کے خاندان کی مذہبی مقتدرہ کی حیثیت سے اہمیت پر بھی میں روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گی۔

مارہرہ کے برکاتیہ سادات:

مارہرہ کے برکاتیہ خاندان کے سادات کا شجرہ نسب زیدی(1) سیدوں سے ملتا ہے، جو پیغمبر اسلام کی بیٹی (حضرت) فاطمہ کی اولادوں میں سے تھے۔ وہ عراق میں بس گئے۔ 11ویں صدی میں خاندان کی ایک شاخ غزنہ جا کر سلطان محمود غزنوی (998-1030) کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے والے ایک لشکر میں شامل ہو گئی۔ آگے چل کر سلطان شمس الدین التتمش (یا التمش) (تقریباً 36-1211)



علمائے اہلسنت
سے
روح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ
کی
فریاد

نتیجۂ فکر
سید ظہیر الدین خان قادری برکاتی نوری رضوی
محلہ پورہ ہیرامن، متصل نئی سڑک، کانپور

ملنے کا پتہ ہدایہ کتاب ۲۰۸۰۰۱

کم از کم سو بار بارگاہِ رسالت میں درود شریف

اعلیٰ حضرت نے ساڑھے تین سال کی عمر میں جواب دیا۔

"جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔"

یہ قصہ کسی باشعور قاری کو ہرگز متاثر نہیں کرسکتا، پڑھا لکھا آدمی کیسے یقین کرے گا کہ ساڑھے تین سال کا بچہ طوائفوں کی زندگی کے بارے میں اتنی گہری واقفیت رکھتا ہوگا کہ نظر کے بہکنے اور ستر بہکنے جیسے الفاظ زبان سے نکالے، سوانح نگار حضرات یہ کیوں بھول گئے کہ انھیں کسی ماہرِ جنسیات کی زندگی کا تعارف نہیں کرانا ہے بلکہ ایک امامِ وقت بلکہ ایک مجددِ دین کی زندگی عوام کے سامنے رکھنی ہے پھر کس قدر غلط ہے یہ انداز کہ "صرف ایک بڑا سا کرتا زیبِ تن کئے ہوا تھا" لکھ کر یہ تاثر دینا کہ اعلیٰ حضرت بچپن میں ستر چھپانے کے معاملے میں عام بچوں کے مقابلے میں کوئی امتیازی خصوصیت نہیں رکھتے تھے پھر اسی لمحہ ان کی زبان سے ایسی بات کہلوانا جو امام احمد رضا کو ماہرِ دینیات کے بجائے ماہرِ جنسیات (نعوذ باللہ) ثابت کرے، کیا یہ اعلیٰ حضرت کی شانِ اقدس میں معصومانہ گستاخی نہیں ہے؟ انوارِ رضا کے مصنف اور سوانحِ اعلیٰ حضرت کے مصنف جناب بدر الدین صاحب اور دوسرے کئی گرامی قدر حضرات اس جرم کے مرتکب ہیں۔

ہماری عاجزانہ التماس ہے کہ خدارا اس قسم کے واقعات آئندہ ہرگز شائع نہ کئے جائیں تاکہ پڑھا لکھا طبقہ ہم سے مانوس ہوسکے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے خاندان شریف کا ذکر قلم بند کرتے ہوئے حیاتِ اعلیٰ حضرت کے مصنف نے سخت ٹھوکر کھائی ہے، انھوں نے شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے:-

"احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی" (حیاتِ اعلیٰ حضرت ۲)

چوں کہ حسنِ اتفاق یا سوئے اتفاق سے نقی علی، رضا علی اور کاظم علی جیسے نام سنیوں میں رائج نہیں ہیں بلکہ عموماً شیعہ حضرات ہی کے یہاں اس طرح کے نام ہوتے ہیں کوئی بھی شخص شک میں پڑ سکتا ہے کہ کیا معاذ اللہ! اعلیٰ حضرت شیعہ خاندان کے پروردہ تھے؟ لہٰذا بہتر یہ تھا کہ شجرۂ نسب نہ دیا جاتا، آئندہ ہر سوانح نگار اس امر کو ذہن میں رکھے اور والد، دادا اور پردادا کے نام پیش ہی نہ کرے، یا پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم یا اولیائے کرام رحمہم اللہ میں سے چند حضرات کے ایسے ناموں کی نشاندہی کی جائے تاکہ شیعیت کا الزام نہ ڈالا جاسکے۔

سوانح نگاروں کا فرض ہے کہ وہ عوام کے ذوق اور رجحان کا خیال رکھتے ہوئے حالاتِ زندگی مرتب کریں، مثلاً عموماً عوام یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے امام کا چہرہ نورانی ہو، ان کے بشرے سے تقدس اور انوار ابل رہے ہوں، ہمارے سوانح نگاروں نے اس کے بالکل برخلاف